کالجز اور یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کے ساتھ میٹنگ

بعد ازاں ساڑھے سات بجے کالج اور یونیورسٹیز کی طالبات کا پروگرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ شروع ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت کیا کہ کتنی لڑکیاں ہیں؟ اس پر منتظمہ نے بتایا کہ 450 ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: کیا کل اتنی لڑکیاں آپ کی سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن میں رجسٹرڈ ہیں؟ اس پر بتایا گیا کہ کل 650 یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہیں۔

اس کے بعد پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا جو عزیزہ تمثیلہ طارق محمود صاحبہ نے کی اور اس کا جرمن ترجمہ عزیزہ نائلہ الیویا ہوٹگس صاحبہ نے پیش کیا۔

بعد ازاں عزیزہ غزالہ احمد صاحبہ نے جرمن سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم کے عنوان پر اپنی presentation دی۔

موصوفہ نے عرض کیا کہ اس نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم ماسٹر آف ایجوکیشن جرمن اور اکنامکس میں کوبلنز یونیورسٹی سے مکمل کی ہے اور اپنی ماسٹر thesis جرمن سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم کے بارہ میں لکھا ہے۔ اس ماسٹر thesis میں جرمنی بھر کا جائزہ لیا گیا کہ کونسی مشکلات پیش آرہی ہیں۔

یہ ایک ایسی بحث ہے جو ابھی نہیں بلکہ 40-50 سال پہلے سے جب مہمان مزدور بلوائے گئے تھے تب سے شروع ہو چکی تھی اور اب بھی اخبارات میں اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کیونکہ ریفیوجی ادھر اسائلم لے رہے ہیں جن میں کافی مسلمان بچے بھی ہیں۔ جہاں پر ان کی زبان کے لئے ٹیچر مہیا کئے جارہے ہیں وہاں پر ضروری ہے کہ ان کی دینی تعلیم کے لئے بھی انتظام کیا جائے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل کیا ہے جس کی وجہ سے ہم دینی تعلیم سے محروم نہیں ہیں۔ ہمارے پاس خلافت کے تحت ایک ایسا نظام جماعت ہے جو باقاعدگی سے کلاسز کروا رہا ہے۔ نصاب تیار کرتا ہے اور ماں باپ کو دینی تعلیم کی طرف توجہ دلاتا ہے لیکن دوسرے فرقوں کے اکثر مسلمان بچے اپنے ماحول میں ایک ایسا نظام نہیں پاتے۔ ان کو اپنے گھروں میں دینی تعلیم نہیں ملتی اور ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ دینی تعلیم ان مسلمان بچوں کے لئے ہے جو بغیر کسی مذہبی تعلیم کے سکول میں آتے ہیں۔ اور جن کو پتہ ہی نہیں کہ اسلام کا کیا مطلب ہے۔

جیسا کہ عورت کے فرق کے بارے میں غلط اسلامی تعلیم سیکھ جاتے ہیں اور انہی روایات کو اپنی زندگیوں میں اپناتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے عورت کو بہت حقوق دیئے ہیں۔ اسی غلط تصور کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان بچے اپنے مذہب سے متعارف کئے جائیں۔ بچوں کو مذہب کے قاعدے قانون سے آزاد کرنے سے، آزادی نہیں ملتی بلکہ زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔

یورپ میں ایک ایسی تبدیلی نظر آرہی ہے جو سکولوں میں مذہبی تعلیم کی مخالفت کر رہی ہے۔ وفاقی آئینی عدالت نے مذہبی نشانات مثلاً صلیب کو ہٹانے کا حکم دیا۔ بعض سکولوں میں مسلمان بچوں کو وقفہ کے دوران نماز پڑھنے سے روکا، ایسی رکاوٹوں کی وجہ سے مذہبی تعلیم کی طرف یورپ میں رجحان کم ہوتا جارہا ہے حالانکہ جرمن سائنسدان Grtner کے مطابق مذہب عملی زندگی کا ایک ایسا حصہ ہے جو صحیح اور غلط سکھاتا ہے۔ مذہب سے ہی عمل کے لئے رہنمائی ملتی ہے جو دلائل کے ساتھ صحیح سمت میں فیصلہ کرنا سکھاتی ہے۔

ماہرین اس بحث میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کی جگہ اخلاقیات کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ جس میں تمام طلبا کو مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے متعلق معلومات دی جائیں۔ اس کے مخالف ماہرین کا کہنا ہے کہ مذہب سے متعارف ہونا بہت ضروری ہے۔ سٹوڈنٹس کو موقعہ ملنا چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیم پر غور وفکر کریں اور ساتھ اپنا جائزہ لیتے رہیں۔ دینی تعلیم کو چھوڑ کر محدود پیمانہ پر محض اخلاقیات کی تعلیم فائدہ مند نہیں۔

ضروری ہے کہ ہم ان باتوں کو ایک نہ سمجھیں۔ کیونکہ اس بات میں فرق ہے کہ آپ ایک مذہب کا مختصر مضمون پڑھا رہے ہیں یا اس کی تعلیم کو سکھا رہے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ دینی تعلیم جو بچوں کے لئے فائدہ مند ہے وہ ایک صحیح اسلامیات کی تعلیم ہے۔ ایک صحیح اسلامیات کی تعلیم کے مقاصد یہ ہیں کہ بچے اپنے اپنے مذہب کے متعلق دینی علم حاصل کریں اور مذہب کے قاعدے قانون کو جانیں۔ اسی طرح مذہب کی تعلیم کو سمجھیں غور وفکر کریں اپنے مقصد پیدائش سے آگاہ ہوں۔ اس تعلیم سے اپنی زندگی کے لئے رہنمائی لیں اور پھر عمل کریں۔

اس سے ایک مسلمان پہچان بن سکے گی جو مذہبی تعلیم کا مقصد ہے۔

جرمنی کے صوبوں کا جائزہ لیں تو 16 میں سے 3 صوبوں میں باقاعدہ آئین کے مطابق سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم دی جارہی ہے۔ 5 صوبوں میں بطور نمونہ اسلام کی تعلیم کی تدریس شروع کی گئی ہے۔

ان کے نصاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو اسلام کی تعلیم ہم دے رہے ہیں وہ آئین پر پورا نہیں اتر رہی۔ بعض صوبوں کے لئے ایسی دینی تعلیم کافی ہے بعض کے لئے نہیں کہ ہم ایک مضمون کے ساتھ شروع کرنا چاہتے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ ہم آگے ایک صحیح دینی تعلیم دیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو سکولوں کے ساتھ کوآپریشن میں اس دینی تعلیم کو شروع کر سکے۔ بغیر ایک جماعت کے سکول کو قانونی طور پر اجازت نہیں۔ جس طرح عیسائیت کی تعلیم میں چرچ کے ساتھ کام کیا جاتا ہے اسی طرح اسلام کی دینی تعلیم کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ اس وجہ سے ماہرین کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ کوئی بھی ایسی جماعت نہیں جو اس لائق ہے کہ سکول کے ساتھ ایک آرگنائزیشن کے طور پر کام کر سکے اور قائم رہ سکے۔ ماسٹر thesis کے دوران حیران ہونے والی بات یہ تھی کہ کافی سکولوں کے نصاب میں بھی اس بات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حالانکہ جرمنی میں ایک ایسی جماعت سامنے آئی ہے جس کو چرچ کے برابر حقوق ملے ہیں اور وہ احمدیہ مسلم جماعت ہے۔ احمدیہ مسلم جماعت کو 2013 میں چرچ کے برابر حقوق ملے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک مسلمان جماعت کے لئے یہ بات بہت مشکل ہے کہ وہ حکومت کو اپنی جماعت کا ایک ایسا نظام دکھا سکے جس سے اس کو چرچ کے برابر حقوق مل جائیں۔ ایک مسلمان جماعت کے لئے کافی ہوگا کہ وہ قریب پہنچ جائے۔ لیکن احمدیہ مسلم جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت کر دیا کہ وہ چرچ کے برابر کے حقوق کی حقدار ہے۔ کافی سالوں سے احمدیہ مسلم جماعت اسلامیات کی تعلیم کی تیاریوں میں شامل ہے۔

۔ دوصوبوں میں جماعت co-operation کے طور پر کام کر رہی ہے۔ صوبہ ہیسن کے سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم دینے کی ذمہ داری جماعت کو 2012ء میں ملی اور 2013ء میں جماعت نے سکول میں اسلامیات کی تعلیم دینا شروع کر دی۔

4 صوبوں میں جماعت احمدیہ۔ اسلام کی دینی تعلیم کی بات چیت میں شامل ہے (Baden-Wrttemberg, Rheinland-Pfalz, Nordrhein-Westfalen)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اسلامیات کے ٹیچر مہیا نہیں ہیں۔

احمدیہ مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے مطابق یونیورسٹیوں میں تقریباً 120 سٹوڈنٹس ٹیچنگ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ٹیچرز کی تعداد 10 ہے۔ اور ان میں سے 6 اسلامیات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اخبار میں بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جرمن یونیورسٹیوں میں اسلامیات کا مضمون بڑی کثرت سے اختیار کیا جارہا ہے۔

ماہرین کئی سالوں کی بحث اور اعتراضات کے بعد اب اسلامیات کی تعلیم کو شروع کرنے سے روک نہیں سکتے کیونکہ ایک جماعت اور یونیورسٹیوں میں اسلامیات کے ٹیچر تیزی سے تیار ہو رہے ہیں جو مل کر ایک نصاب تیار کر رہے ہیں۔ جب یہ شرائط پوری ہو رہی ہیں تب اسلامیات کی تعلیم میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ سکول کی ذمہ داری ہے سکول میں جگہ مہیا کرنا اور جماعت کی ذمہ داری ہے ٹیچر اور نصاب مہیا کرنا۔

اس کے باوجود کہ بعض صورتوں میں دوسری مسلمان جماعتیں، جماعت کی مخالفت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں جماعت نے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے سیکنڈری سکول کے لئے باقاعدہ ایک نصاب جمع کروا دیا ہے۔ اور ساتھ ہی جماعت کے سٹوڈنٹس کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ حکومت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ہر سکول میں زیادہ سے زیادہ اسلامیات کی تعلیم کے لئے جگہ بنانی چاہئے۔

یہ ذمہ داری پوری کرنا بہت ضروری ہے تاکہ مسلمان بچے ایک مسلمان پہچان بنا سکیں اور ملک کا ایک فائدہ مند حصہ بن سکیں۔ اس تعلیم سے محروم کرنا نقصانات کا باعث بنے گا اور بچوں میں کمزوریاں پیدا کرے گا۔ جس سے وہ یقیناً ملک کا ایک فائدہ مند حصہ نہیں بنیں گے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار پر کہ مہمان مزدور کی کیا ٹرم ہے؟

طالبہ نے عرض کیا: economic situation جرمنی کی کافی خراب ہو چکی تھی۔ تب مہمان مزدور ترکی سے بلوائے گئے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ان کو مہمان مزدور کہتے ہیں یا imigrants مزدور؟ جرمن زبان میں اس کا مہمان ترجمہ ہے۔

اس پر طالبہ نے عرض کیا: جرمن زبان میں اس کو Gastarbeiter کہتے ہیں اور اس کا لفظی ترجمہ مہمان مزدور ہے۔ دراصل یہ imigrants مزدور ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت فرمایا: پھر کتنی ٹیچر بن رہی ہیں؟ اس پر عرض کیا گیا کہ 120 طالبات ٹیچر بن رہی ہیں۔

ایک طالبہ نے عرض کیا کہ وہ آدھی جرمن اور آدھی سپینش ہیں اور governence and public policy میں اپنا ماسٹر کر رہی ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تم پھر دفاتر کے امور میں لگنا چاہتی ہو۔ تم public service کرنا چاہتی ہو؟

طالبہ نے عرض کیا: جی اسی طرح ہے۔ ساتھ politics کا بھی تعلق ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تم عورتوں کے حقوق کو politics میں قائم کرنا چاہتی ہو؟

☆ ایک اور طالبہ نے سوال کیا: میں international relations میں masters کر رہی ہوں اور میں نے اپنا bachelor، islamic studies میں کیا تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں تو اب اپنے masters کے آخر پر ہوں اور masters کا theses دینا ہے۔ تو اس کے لئے کون سا topic رکھوں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تم نے

خود topics بنائے ہوں گے۔ خود سوچو اور خود دیکھو۔ کوئی option بنائے ہیں تو وہ مجھے بتاؤ۔

اس پر طالبہ نے عرض کیا: آجکل جو اسائیلم سیکر ہیں اور اکثر مسلمان ان میں ہیں کے بارہ میں کچھ سوچ رہی تھی۔ یا پھر چرچ کے طور پر یہاں ایک اسائیلم ہوتا ہے جو charity کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کیا مساجد ہماری اس طرح کی charity کے طور پر اسائیلم سیکرز کو کچھ عرصہ کے طور پر اسائیلم دے سکتی ہیں بیشک ان کا اسائیلم accept نہیں ہوسکتا ہو۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مساجد کہاں کہاں پر ہیں اور کتنی جگہ ہے، ان میں نماز پڑھنے کے لئے تو جگہ نہیں ہے تو اسائیلم والوں کو جگہ کہاں دیں گی؟ چرچ کے پاس تو کافی infrastrcuture ہوتا ہے اور جگہ ہوتی ہے۔ بڑی مسجد بنائیں۔ بیت السبوح کے علاوہ کوئی جگہ ہے؟

طالبہ نے عرض کیا: انشاء اللہ مستقبل میں ہوں گی۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر مستقبل میں ہوگی تو دیکھا جائے گی۔

اس طالبہ نے عرض کیا: میں تو پوچھ رہی تھی کہ مسلمانوں کے بارہ میں کچھ۔ refugees کا crises ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بتاؤ تمہارا topic کیا ہوگا۔

اس پر طالبہ نے عرض کیا: مجھے خود صحیح طرح نہیں معلوم۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر خود صحیح طرح نہیں معلوم تو پوچھا کیوں ہے؟

☆ ایک اور طالبہ نے سوال کیا: کئی لوگ کہتے ہیں کہ جو natural stones ہوتے ہیں اور gems ہوتے ہیں ان میں healing qualities ہوتی ہیں۔ تو یہ کس حد تک درست ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ان کی بہرحال کوئی اہمیت تو ہوتی ہے۔ healing qualities تو پتہ نہیں ہیں کہ نہیں لیکن ہر ایک کی اہمیت ہے اور اس کا بعض دفعہ اثر ہوجاتا ہے۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بعض جگہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے بعض qualities بھی ہوتی ہیں جن کا اثر ہوتا ہے۔ اور specifically یہ بتانا کہ کس stone کا کیا اثر ہے یہ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن بعض دفعہ چیزوں کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے مردوں کو سونا پہننے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ سونا یا جیسے اب metal ہے۔ اس کا بھی اثر ہوتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا۔ علاوہ اس کے کہ سونا زینت ہے، سونے کا اثر بھی ہوجاتا ہے۔

☆ ایک اور طالبہ نے سوال کیا: قرآن مجید میں لفظ آتا ہے آنے والی نسلوں میں۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا انسانوں کی بھی نسلیں ہوتی ہیں؟ اور اگر ہوتی ہیں تو کس طرح کی ہوتی ہیں؟ ایک دعا ہے وہ میں پڑھتی ہوں رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِيْنَ۔ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ۔ (سورۃ الشعرآء 84 تا 86)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی باتیں مجھے بتا جو حکمت والی ہوں اور میری زبان میں وہ طاقت دے جو فائدہ پہنچانے والی ہوں اب بھی اور آئندہ لوگوں میں بھی۔ یہ نہ ہو کہ آئندہ آنے والے کہیں کہ یہ کیا بیوقوفوں والی باتیں کر کے چلے گئے ہیں۔ حکمت کی اور دانائی کی باتیں مومن کو کرنی چاہئیں۔ تو اس سے اب آپ کا کیا سوال بنتا ہے؟ آنے والی نسلوں سے مراد آپ کی یہی ہے کہ جو بچے اور progeny چلنی ہے وہ مراد ہے۔

اس طالبہ نے عرض کیا: میں بھی سوچتی تھی کہ ایسا ہی ہوگا۔ دراصل میں نے اس حوالہ سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ debate تو بہت پرانا ہے کہ انسان سمجھتے ہیں کہ ہم اِس خاندان سے ہیں یا اُس خاندان سے۔ پاکستان میں تو غیر احمدیوں میں تو یہ بات بہت زیادہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس خاندان سے ہیں تو ہم بہتر ہیں شائد دوسرے انسانوں سے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: خاندان کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ حکمت کی باتیں اور انسانیت کے ناطہ حکمت کی باتیں اور مومن ہونے کے ناطہ حکمت کی باتیں۔ یہ بس ایک دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کر اور میری زبان میں وہ طاقت دے جو پیچھے آنے والوں کے لئے فائدہ مند ہوں۔ باقی یہ کہ ہم فلاں ہیں اور ہم فلاں ہیں، یہ تو قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے کہ یہ قبیلہ اور قومیں جو ہیں وہ پہچان کے لئے رکھی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اب تو دو تین نسلوں کے بعد یہی نہیں پتہ لگتا کہ کون کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک صاحب تھے انہوں نے کہیں سیّدوں میں رشتہ کا پیغام بھیجا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی سید ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا گواہی ہے؟ ایک آدمی سے پوچھا اور اس نے کہا کہ یہ بڑے پکے سیّد ہیں، میرے سامنے سیّد بنے ہیں۔ یہ کوئی نسلیں نُسلیں نہیں ہیں۔ شرافت ہونی چاہئے، ایمان ہونا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رشتہ کرو جو بڑے اعلیٰ خاندان کا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایک مومن کے لئے ضروری ہیں۔ اس کا اعلیٰ خاندان، اس کی شکل وصورت، اور اس کی دولت۔ اور چوتھی چیز اس کا دین۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صرف اس کا دین دیکھو۔ نہ خاندان دیکھو، نہ شکل دیکھو، نہ دولت دیکھو۔ دین دیکھو۔ اگر دین ہوگا تو وہ جو دعا ہے متقین کا امام بنانے کی وہ بھی پوری ہوتی ہے۔ کیونکہ عورت پھر بچوں کی، اگلی نسلوں کی تربیت کرتی ہے۔ اور مرد جو ہے اگر اس میں دین نہیں تو وہ عورت کے دین کو کس طرح دیکھ سکتا ہے؟ ایک ہی بات میں دونوں کو حکم دے دیا کہ لڑکی بھی دیندار بنے اور لڑکا بھی دیندار بنے۔ کہیں لڑکوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم نے غیر دیندار لڑکیوں سے شادیاں نہیں کرنی۔ نہ رشتے بھیجنے ہیں۔ تمہاری پہلی preference دین ہونا چاہئے۔ اس لئے دیندار لڑکی سے شادی کرو اور لڑکیوں کو بھی کہہ دیا کہ تم اگر دین میں اچھی ہو تو مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سے شادیاں کریں۔ اس چیز کو ہم آجکل بھول رہے ہیں اور اسی لئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر لڑکے اور لڑکی دونوں دین کی طرف توجہ دینا شروع ہوجائیں تو اگلی نسلیں محفوظ ہوجائیں گی۔ نسلوں کو محفوظ کرنے کے لئے اور حکمت کی باتیں کرنے کے لئے متقیوں کا امام بنانے کے لئے یہ چیز ضروری ہے۔

☆ ایک اور طالبہ نے سوال کیا: اجلاس اور تعلیمی کلاس کے دوران مَیں نے خلیفہ رابعؒ کا حوالہ دیتے ہوئے ایک بات کہی تھی اور اس پر لجنہ کی بعض ممبران نے کہا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خلیفہ رابعؒ وفات پا چکے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ بات کیا کہی تھی۔

اس پر طالبہ نے کہا: میں نے یہ کہا تھا کہ خلیفہ رابعؒ نے ایک بار سوال وجواب کی مجلس میں یہ فرمایا تھا کہ خواتین کو پردہ کرنا چاہئے لیکن وہ ایسا ڈراؤنا نہیں ہونا چاہئے کہ انسان اس سے بدصورت ہی لگنے لگے بلکہ مناسب قسم کا پردہ ہونا چاہئے۔ ان کو میری بات پر اعتراض نہیں تھا کہ وہ صحیح ہے یا غلط ہے بلکہ اس بات پر اعتراض تھا کہ خلیفہ رابعؒ وفات پا چکے ہیں اور اب خلیفۂ وقت نے پردہ کے بارہ میں جو ہدایات دی ہیں وہ بتاؤ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: کب کی بات ہے یہ؟

اس پر طالبہ نے کہا: اس بات کو کچھ مہینے ہوگئے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پچھلے 13 سال میں مَیں نے پردہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا؟ میں نے کچھ بتایا ہے کہ نہیں؟

طالبہ نے عرض کیا: جی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بتایا ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تو پھر اس کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔

طالبہ نے عرض کیا: کیونکہ مجھے خلیفہ رابعؒ کی کلاس یاد تھی اس لئے میں نے اس کلاس کا حوالہ دیا تھا۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس کا مطلب ہے پرانی کلاسوں کے بعد اب لوگ دلچسپی نہیں لیتے۔ حالانکہ جو خلیفہء وقت ہوتا ہے وہ موجودہ زمانہ اور حالات کے مطابق جماعت کی تربیت کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو ضرور سننا چاہئے۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ اب جماعت کا زیادہ exposure ہوگیا ہے MTA کے ذریعہ سے خطبات اور تقریریں اور مختلف adresses سنا کرو۔ تاکہ تم لوگوں کو پتہ لگے کہ کیا بات ہے۔ بہرحال مجھے تو ایک بات کا پتہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا فرمایا۔ قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ اور وہی ہمارے لئے راہِ عمل ہے۔ اس حد تک تو ٹھیک ہے تم نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ ٹھیک ہے کہ خوفناک نہیں ہونا چاہئے۔ خوفناک سے مراد اب اپنی اپنی تشریح نہ کر لیا کرو۔ خلیفہ رابعؒ نے بھی اگر خوفناک کہا تھا تو اِس سے مراد یہ تھی کہ جس طرح وہ پرانے زمانہ میں یا افغانیوں میں وہ شٹل کاک برقع پہن لیتے ہیں اور یہاں بھی بعض خواتین پہنتی ہیں کہ آگے سے بھی منہ پر پورا نقاب لے لیا اور آنکھوں کے لئے صرف دو سوراخ کر لئے۔ لگتا ہے کہ ڈاکو چور آگئے۔ اسی سے imigration والے اور یہاں کی حکومتوں کو مسائل پیدا ہوئے ہیں اور خلیفہ رابعؒ نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ اپنے جو بال ہیں وہ پورے ڈھانکا کرو پیچھے سے بھی اور آگے سے بھی۔ اور جب باہر نکلو تو چہرے کا make-up نہیں ہونا چاہئے پردہ پورا ہونا چاہئے۔ اگر چہرہ نہیں ڈھانکا ہوا تو پھر make-up بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بھی تو انہوں نے ہی فرمایا تھا۔ وہ باتیں ان شرائط کے ساتھ ٹھیک ہیں۔ خوفناک سے مراد ان کی یہی تھی کہ اس طرح کا برقع نہیں پہننا۔ اگر تم نے اپنے اجلاس میں quote کر بھی دیا تو کوئی حرج نہیں۔ جس نے اعتراض کیا ہے وہ غلط کیا ہے۔ لیکن میرا اعتراض یہ ہے کہ میرے خطبے بھی سنا کرو۔

اس پر اس طالبہ نے عرض کیا کہ وہ تو میں باقاعدگی سے سنتی ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگلا سوال کرو۔

☆ اس پر اس طالبہ نے سوال کیا کہ جب ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں، یونیورسٹی میں یا سکول میں کسی غیر احمدی یا غیر مسلمان سے ملتے ہیں تو وہ پوچھتی ہیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کون سے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو میں بتاتی ہوں کہ میں احمدی ہوں اور پاکستانی ہوں۔ تو بڑے حیران ہوتے ہیں کہ تم احمدی نہیں لگتی اور مسلمان بھی نہیں لگتی۔ پاکستانی نہیں لگتی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: احمدی تو لگتی ہو لیکن پاکستانی نہیں لگتی۔

طالبہ نے کہا: میں جب ان سے پوچھتی ہوں کہ ایسا کیوں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ احمدی اور پاکستانی عورتوں کا جو پردہ ہے وہ صحیح نہیں ہوتا۔ وہ مختلف ہوتا ہے ان کا اپنا ایک پردہ

ہوتا ہے۔ تو تم اس طرح کیوں کرتی ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اچھا۔ کس طرح کرتی ہو؟

طالبہ نے عرض کیا: کہ بال پورے ڈھکے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بال پورے ڈھانکے ہوئے چاہئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کم از کم پردہ جو ہے یہاں سے یہ بال ڈھانکے ہوں پیچھے سے بھی ڈھانکنے ہیں، قرآن کریم میں چادر کا حکم ہے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نقشہ دکھایا کہ یہاں سے بال ڈھانکیں اور یہ ٹھوڑی کا حصہ اور یہ سارا اتنا حصہ ڈھانکا ہوا ہونا چاہئے۔ اگر make-up نہیں کیا ہوا تو پھر ٹھیک ہے۔ اور خلیفہ رابعؒ کی مثال اگر دینی ہے تو انہوں نے بھی یہ ہی کہا تھا کہ اگر make-up نہیں کیا ہوا تو منہ ننگا ٹھیک ہے۔ اور اگر make-up کیا ہوا ہے تو پھر منہ ڈھانکنا بھی ضروری ہے۔ اور اگر وہ لوگ اب سوال کرتے ہیں تو ہر ایک کا اپنا اپنا نیکی کا معیار ہوتا ہے۔ پہلی بنیادی چیز تو اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھے۔ اب بہت سارے مرد ہیں احمدی مردوں میں سے بھی اور عورتوں میں سے بھی جو پانچ نمازیں نہیں پڑھتے۔ تین پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ کوشش کرو کہ نمازیں پڑھنی ہیں۔ اگر وہ بنیادی چیز نہیں کر رہے تو پردہ کیا کرے گا۔ اور پھر وہی جو میں پہلے ایک سوال کے جواب میں کہہ چکا ہوں کہ دینداری ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دینداری تلاش کرو۔ تو عورتوں میں دینداری آنی چاہئے۔ اور پھر یہ ہے کہ میں پردہ کے بارہ میں اور دوسرے عمل اور قول کے بارہ میں میں کئی خطبے دے چکا ہوں۔ ایک دفعہ خطبوں کا سلسلہ شروع کیا تھا کہ ہمارے اعتقاد میں ایمان میں اور عمل میں اکائی ہونی چاہئے۔ جس بات کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں ایمان رکھتے ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں تعلیم کو مانتے ہیں تو اس کے مطابق ہمارا عمل بھی ہونا چاہئے۔ یہ مَیں کہتا رہتا ہوں۔ تو بس سمجھا ہی سکتے ہیں۔ میرے پاس ڈنڈا تو ہے نہیں کہ میں لوگوں کے سر پھاڑتا رہوں۔ سمجھانا میرا کام ہے۔ اور یہی قرآن کریم کا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ نصیحت کرو اور نصیحت کرتے جاؤ۔ تمہارا یہ کام ہے جو انتہا سے کوئی بڑھ جائے جس کے سر پر سے سکارف اتر جائے دوپٹے اتر جائیں اور جین بلاؤز پہننا شروع کر دے اور اپنے آپ کو احمدی بھی کہے، تو اس کو تھوڑی سی سزا بھی دیتے ہیں۔ تو یہی زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں کہ اچھا ہم تمہارے سے چندہ نہیں لیں گے۔ اگر کسی کے پردہ میں کمزوری ہے تو اس کو ہم کہتے ہیں کہ تمہارے سے کسی قسم کی خدمت نہیں لیں گے۔ کوئی جماعتی کام تم سے نہیں لیں گے۔ تو جو چیزیں اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کر سکتے ہیں وہ کرتے ہیں تا کہ سمجھ آ جائے۔ باقی زیادہ سختی تو نہیں ہم کر سکتے۔ اور نہ شریعت کے معاملوں میں یہ حکم ہے کہ سختی کر کے پولیس کے ذریعہ سے سزائیں دلواؤ۔ سمجھانا کام ہے۔ اور سمجھاتا میں رہتا ہوں۔ اور جو عہدیدار ہیں ان کا بھی کام ہے کہ وہ میری مدد کریں اور سمجھاتے رہا کریں۔

طالبہ نے کہا: لیکن ہم انہیں کیا جواب دے سکتے ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: انہیں کہیں کے ہر ایک کا اپنا کام ہے۔ پانچ انگلیاں ہاتھ کی برابر نہیں ہو سکتی۔ بس کوئی کم ہے اور کوئی زیادہ ہے۔ کسی میں زیادہ طاقت ہے اور کسی میں کم طاقت ہے۔

❁ بعد ازاں عزیزہ عالیہ ہیوبش چوہدری نے اپنی پریزنٹیشن دی۔ موصوفہ نے مذہبی فلسفہ میں MA کا مقالہ لکھا ہے اور اس وقت اسلامی قوانین، ضوابط، انتظام، ترغیب اور منطق روحانی تجربات میں Ph.D کر رہی ہیں۔

موصوفہ نے بتایا میں نے اپنے ماسٹر کے مقالے میں بہت سے ایسے جدید فلاسفرز پر بھی بحث کی ہے جو مذہب اور روحانیت کا گہرا احساس رکھتے ہیں۔ وہ مذہبی اقدار کی تبلیغ بھی کرتے ہیں لیکن انہیں کھلے عام تسلیم نہیں کرتے۔ بہت سی انسانیت بھٹک کر خدا سے دور ہو گئی ہے۔

فلاسفر انسان میں گہری اور نہ ختم ہونے والی ایسی خواہشات دیکھ چکے ہیں جو جسمانی ضروریات و حقیقتوں سے دور اور انسانی حدود اور رحمانی حالتوں سے ماورا ہے۔ انہیں انصاف کے حصول، تنقیدی بصیرت اور روحانی شعور کی وسعت نیز نیکی کے حتمی ذریعے کی خواہش ہے جو کہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔ اور بہت سے فلاسفر بالواسطہ یا بلاواسطہ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ہم اپنی خواہشات کی تکمیل صرف خدا کے وجود کو تسلیم کر کے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس سے قبل کہ ہم اصل موضوع کی طرف آئیں، میں سقراط جو کہ یونان میں خدا کا نبی مانا جاتا تھا اُس کی غار کی تمثیل سے آغاز کرنا چاہوں گی۔ اُس نے ہمیں اُن لوگوں کے متعلق ایک کہانی بتائی ہے جو اپنی پیدائش سے ہی ایک گہری غار میں رہائش پذیر تھے۔ جنہوں نے اپنی تمام زندگی میں وہ سائے ہی دیکھے جو اُن کے سامنے غاروں کی دیواروں پر نمودار ہوئے۔ وہ لوگ پابند تھے لہٰذا براہِ راست ہی دیکھ سکتے تھے۔ اُن کے لئے سائے ہی مکمل حقیقت تھی۔

تب ایک قیدی کو ان زنجیروں سے آزاد کیا جاتا ہے اور اُسے اُس آگ کی طرف دیکھنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے جس سے سائے بن رہے تھے۔ پھر اُس قیدی کو غار سے باہر اوپر دنیا میں دھکیلا جاتا ہے۔ ابتدائی تکلیف اور تذبذب کے بعد وہ سچائی کو محسوس کرتا ہے۔ اب وہ اپنے ساتھی قیدیوں کو بھی غار سے باہر سورج کی روشنی میں لانا چاہے گا۔ سقراط کے مطابق یہ قیدی سچائی کی اس حقیقت سے انکار کریں گے اور سقراط نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ باقی قیدی اُس پر ہنسیں گے اور اُسے تمسخر کا نشانہ بنائیں گے اور ہو سکتا ہے وہ اُسے مارنے کی کوشش بھی کریں۔ لہٰذا اس تمثیل کی تشریح کیا ہے؟ یہ دھوکہ کی بجائے سچائی اور حکمت کا راستہ ظاہر کرتی ہے۔ اُس غار میں موجود لوگ ان انسانوں کی اکثریت کو ظاہر کرتے ہیں جو سچائی سے دور ایک ایسے نظام کے سحر میں گرفتار ہیں جو انہیں حقیقت سے دور رکھے ہوئے ہے۔

لہٰذا ہمیں پوچھنا چاہئے: ہمیں کون دھوکہ دیتا ہے؟ کون ان سایوں کی تخلیق کرتا ہے؟ فلاسفر جانتے ہیں یہ سرمایہ دارانہ مشینری (Capitalistic machinery) تفریحی کاروبار اور مادی کلچر (Mass culture) ہے۔ (ہم اسے شیطان یا دجال کہیں گے) ہمیں مستقل طور پر ان نظاموں کے تصورات سے متاثر کیا جا رہا ہے تا کہ ہم خوشیوں کی تلاش میں ان تصوراتی دنیاؤں میں زندہ رہنے کی کوشش کریں مثلاً ایڈورٹائزنگ ایجنسیاں صرف توہمات اور وعدوں کے ہجوم کو ہی تشکیل دے رہی ہیں۔ میں ان میں سے صرف دو پر ایک نظر ڈالنا چاہوں گی۔ بائیں طرف آپ سگریٹ کا اشتہار اس سلوگن کے ساتھ ملاحظہ کر سکتے ہیں آزادی شائد (Maybe) سے شروع نہیں ہوتی حقیقت میں ہم جانتے ہیں کہ سگریٹ ایک لت ہے جو ہماری آزادی چھین لیتی ہے۔ دائیں جانب آپ کافی ہاؤس کی چین(chain)) کا اشتہار اس سلوگن کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ آپ جیسے بہترین کے لئے بہترین کافی۔ یہ خیال باطل ہے کہ آپ یہ کافی پینے سے اپنے آپ کو بہترین بنا سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ حقیقت میں صرف ایک نارمل لیکن مبالغہ آمیز اور مہنگی کافی ہوگی۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فلاسفرز ثقافتی انڈسٹری میں بڑھتے ہوئے توہمات کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ پروڈکٹ کا جادو اشتہار کے ذریعہ کچھ اور ہو جاتا ہے جیسی وہ ہوتی ہے اس سے بڑھ کر محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اس پروڈکٹ کے استعمال سے وہ زیادہ بہتر ہو سکتے ہیں۔ دراصل یہ مذہبی اور روحانی کام تھا جس پر اب مادی کلچر نے قبضہ کر لیا ہے۔

ہمارا سسٹم ایسا کیوں ہے کہ وہ ہمیں حقیقت سے دور لے جا رہا ہے۔ اس سسٹم کے تخلیق کاروں اور پروردہ لوگوں نے خدا اور سچائی کے اعتقادات کو کھو دیا ہے۔ انہیں ایک قنوطی (pessimistic) دنیا اور انسان کا تصور حاصل ہوا ہے۔ جس کی مختلف وجوہات ہیں۔ کچھ فلاسفرز کے بقول دو عالمی جنگوں، رشیا کے کمیونیزم اور جرمنی کے نیشنل سوشلزم کی خرابی اس کی بنیادی وجوہات ہیں۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ گلوبلائزیشن کی وجہ سے ذہنی تناؤ پیدا ہوا ہے۔ Critical Theory ایک اسکول آف تھاٹ اور ایک تحریک ہے جس کا آغاز جرمن فلاسفرز کی طرف سے 1930ء میں روشن خیالی کے عہد (Age of Enlightenment) کے بعد کیا گیا۔ یہ روشن خیالی کا عہد یعنی Age of Enlightenment ایک ایسا دور ہے جس میں یورپین کو ایمانوئل کانٹ جیسے فلاسفر پر فخر تھا۔ جس کی یہ رائے تھی کہ ہمیں منطقی طور پر اپنے لئے سوچنا ہوگا اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے اور یہی سوچ ہمیں سچائی کی طرف لے جائے گی۔ سائنسی تحقیق کے ذریعے نہ صرف کائنات کے تمام اسرار و رموز سے پردہ اُٹھایا جا سکتا ہے بلکہ انسانوں کو درپیش مسائل کا حل بھی ممکن ہے۔ لیکن کچھ دہائیوں کے بعد Critical Theory نے اس کے منفی اثرات کی طرف اشارہ دیا۔ اس اسکول آف تھاٹ کا بنیادی قضیہ یہ تھا کہ منطق پر یکسوئی اور استعمال کے ذریعہ چیزوں کا جائزہ لینا انسان کو انسانیت سے دور لے جاتا ہے۔ آسان الفاظ میں یہ کہ جتنا آپ منطقی ہوں گے اُتنا ہی کم انسان ہوں گے۔

کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ ہٹلر کا دیا ہوا جرمن نیشنل سوشلزم بھی روشن خیالی کا ایک منفی نتیجہ تھا۔ وضاحتًا instrumental rationality نے Objectification of nature کو پیدا کیا جس کی وجہ سے rational (نسل پرست) لوگوں نے لاکھوں لوگوں کو مار دیا۔

Adorno اور Horkheimer کے ٹھوس نظریات کیا ہیں۔ آج انسان غلاموں اور صارفین کی طرح کام کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ایک طرح کی چیزوں کو دہرانے کے سحر میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ جبکہ اس تھیوری کا مقصد لوگوں کو بیداری اور ہمدردی سے روشناس کروانا تھا۔ لیکن فلاسفرز خدا کا ذکر کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم یہ تو نہیں بتا سکتے کہ اچھائی کیا ہے لیکن برائی کو تلاش کر سکتے ہیں۔

اس پر اسلامی نقطۂ نظر پیش کرنا چاہوں گی۔ انبیاء سچائی اور عدل کے علمبردار ہیں اور جھوٹے روایتی عقائد کے خلاف لڑتے رہے لیکن بہت سے لوگوں نے غار کی تمثیل کی طرح انبیاء کو مسترد کر دیا۔ قرآنِ کریم میں کافروں کے متعلق آتا ہے یہ کچھ بھی نہیں مگر ایک بڑا جھوٹ ہے جو گھڑ لیا گیا ہے اور اُن لوگوں نے جنہوں نے حق کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا کہا کہ یہ ایک کھلے کھلے جادو کے سوا کچھ بھی نہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کبھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا اسی کی وہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں بلکہ یہ ایک سرکش قوم ہیں۔ لیکن وہ ایسا کیوں کرتے ہیں قرآن میں ہے کہ وہ حقیقت سے نفرت کرتے ہیں۔ دراصل بنی نوع انسان سکون اور عارضی اطمینان کو ترجیح دیتے ہیں۔

اسلام کا finitness کے متعلق نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اُس کی مخلوق فانی ہے۔ اسلام انسان کو صرف جسم یا دماغ تک محدود نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ جسم، دل، دماغ اور روح ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ نیکی،

ایمان اور ہماری روح باقی رہ جائے گی۔موت ایک اچھی اور بامعنی زندگی کے لئے ایک انجن کی حیثیت رکھتی ہے۔

جب ایک مسلمان خدا کو تمام دنیاوی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے تو وہ اس کے لئے اس دنیا میں جنت بن جاتی ہے۔شریعت بھی معاشرے میں انصاف، یکجہتی ، ہمدردی اور امن قائم کرنے کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔

اسلام کے مقاصد۔انسان کو خدا تعالیٰ سے اتنا پیار کرنا چاہئے کہ دیگر محبتیں ماند پڑ جائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''لیکچر لاہور'' میں فرماتے ہیں انسان کو چاہئے کہ اپنا آپ خدا کے حضور پیش کرے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنائے۔

آخر میں دونوں تصورات کا موازنہ کرتے ہیں۔

Critical Theory کا مقصد عظیم ہے لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوئی عملی ہدایت اس Theory میں نہیں ملتی۔مثلاً اس کی تنقیدی بیداری انسانی عیوب اور دیگر قسم کے فریبوں کا دفاع نہیں کرتی۔اس میں سچائی اور اس کے حصول کے ذرائع اور خدا کے متعلق کوئی واضح تعین نہیں ملتا۔اس کا سب کچھ اخذ کردہ ہے۔اس کے برعکس اسلام کی مخصوص تعلیم ہے کہ کیسے سچائی کو پایا جائے اور کیسے اس کے ذرائع تک پہنچا جائے ،کیسے گناہوں سے نجات ممکن ہے اور کیسے کوئی ان سے اپنا دفاع کرسکتا ہے۔اگر ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت، طاقت، توحید کا حقیقی مالک ہے تو ہم یہ جان پاتے ہیں کہ ہمیں اس کی بہت ضرورت ہے تو یہ تصور ہمیں زیادہ آزادی دیتا ہے۔

میں اپنے پیارے آقا کے ان الفاظ کے ساتھ ختم کرنا چاہوں گی کہ اگر ہم الٰہی تجلیات کی حرارت سے حصہ پانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر سے باطل کی تاریکی، راحت طلبی، فریب اور دیگر برائیاں دور کرنا ہوں گی اور اعلیٰ اخلاقیات اپنے اندر پیدا کرنا ہوں گی۔

اگر ہم مادہ پرستی کے بُرے اثرات سے اپنی اگلی نسل کو بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں انہیں مذہب اور اخلاقیات کے درمیان ارتباط (تعلق) کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔اگر ہم مادی ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں ان کا تعلق روحانیت اور مذہب سے جوڑنا ہوگا۔ہمیں خدا تعالیٰ کے ساتھ حقیقی تعلق قائم کرنے کی بھی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

میرے پیارے حضور اور میری عزیز بہنو! اس توجہ کے لئے آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔